

دیں گے یا نہیں۔ بھولا کیا یوں ہی گوئیں سادے گا؟ قینوں اس پر ٹوٹ پڑیں گے،
 باج (باز) کی طرح۔ بھگوان ہی کسل کریں۔ اب کس سے کہوں کہ دوڑ کر گوبر کو پکڑ
 تم سے تو میں ہار گئی۔“

ہوری نے کونے سے ڈنڈا اٹھایا اور گوبر کے پیچھے دوڑا۔ گانوں کے
 باہر اگر اس نے نظر دوڑائی، ایک ہلکی سی لکیر افق سے ملی ہوئی دکھائی دی۔ اتنی ہی
 دیر میں گوبر انہی دور کیسے نکل گیا۔ ہوری کا دل اسے ملامت کرنے لگا۔ اس نے
 ۔ گوبر کو روکا نہیں؟ اگر وہ ڈانٹ کر کہہ دیتا کہ بھولا کے گھر مت جاؤ تو گوبر
 کبھی نہ جاتا۔ اور اب اس سے دوڑا بھی تو نہیں جاتا۔ وہ ہار کر وہیں بیٹھ گیا اور بولا
 ”اس کی رچھا کر دہا بیر سواتی!“

گوبر اس گانوں میں پہنچا تو کچھ لوگ برگد کے پنچے بیٹھے ہوئے جوا کھیں
 رہے تھے۔ اسے دیکھ کر لوگوں نے سمجھا کہ پولیس کا پابا ہی ہے۔ کوڑیاں سمیٹ کر
 بھاگے کہ دفعتاً جنگی نے پہچان کر کہا: ارے یہ تو گوبر دھن ہو۔“

گوبر نے دیکھا کہ جنگی پیر کی آڑ میں کھڑا جھانک رہا ہے۔ بولا درومت
 جنگی بیٹیا، میں ہوں۔ رام رام! آج ہی آیا ہوں۔ سوچا کہ ہل کر سب سے ملتا آؤں،
 پھر نہ جانے کب آنا ہو۔ میں تو بیٹیا تھا رے آسیر باد سے بڑے بچے (مڑے) میں
 نکل گیا۔ جس راجا کی نوکری میں ہوں اس نے مجھ سے کہا ہے کہ ایک دو آدمی
 مل جائیں تو لیتے آنا۔ چوکیدار جی کے لئے چاہیئے۔ میں نے کہا، سرکارا
 ایسے آدمی دوں گا کہ چاہے جان چلی جائے پر وہ میدان سے ہٹنے والے
 نہیں۔ چاہو تو میرے ساتھ چلو۔ ابھی جگہ ہو۔“

گوبر نے بڑے نشین سے کہا: اس کی کچھ چننا مت کرو۔ سب کچھ
 اپنے ہی ہاتھ میں ہے، جو چاہو گے ہو جائے گا۔ ہم نے سوچا کہ جب گھر ہی میں

آدمی ہے تو باہر کیوں جائیں؟“

”کام چاہے جو کیداری کر دیا ہے نگارے (تقاضے) پر جاؤ۔ نگارے کا کام سب سے اچھا ہے۔ اسامی سے گنٹھ گئے اور ادھر مالک سے آکر کہہ دیا گھر پر ملا نہیں۔ چاہو تو روپے آٹھ آنے رواج بنا سکتے ہو۔“

”رہنے کو جگہ بھی ملتی ہے؟“

”جگہ کی کون کمی؟ پورا محل بڑا ہے، پانی کانل، بجلی کی تہی کسی بات کی کمی نہیں۔ کامتائیں کہ کہیں گئے ہیں؟“

دودھ لے کر گئے ہیں۔ مجھے کوئی ہاٹ جانے نہیں دیتا۔ کہتے ہیں کہ تم تو گانجہ پی جاتے ہو۔ میں اب بہت کم پیتا ہوں بھیا، پر دو پیسے رواج (روز) تو چاہیئے، تم کامتائے کچھ نہ کہنا۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔“

”ہاں ہاں، بے کھٹکے چلو۔ ہولی کے بعد“

”تو یہی رہی۔“

دونوں باتیں کرتے ہوئے بھولا کے دروازے پر جا پہنچے۔ بھولا ابھی ہوئے ستلی کا ت رہے تھے۔ گوبر نے لپک کر ان کے پیر چھوئے اور اس دقت اس کا گلا دانی بھر آیا بولا: ”کا کا، مجھ سے جو کچھ بھول چوک ہوئی ہو وہ چھما کرو۔“

بھولانے ستلی کا تنا بند کر دیا اور پتھر ملی آواز میں بولا: ”کام تو تم نے ایسا ہی کیا تھا گوبر کہ تمہارا سر کاٹ لوں۔ تو بھی پاپ نہ لگے، مگر اپنے دوارے پر آئے ہو تو اب کیا کہوں۔ جاؤ جیسا میرے ساتھ کیا اس کا ڈنڈ بھگوان دیں گے۔ کب آئے؟“

گوبر نے خوب نمک مرچ لگا کر اپنی تقدیر کے چکھنے کا حال کہہ سنا دیا

اور جنگی کو اپنے ساتھ لے جانے کی منظوری چاہی۔ بھولا کو جیسے بے مانگے بردان مل گیا۔ جنگی گھر پر ایک نہ ایک فساد کرتا رہتا تھا۔ باہر چلا جائے گا تو چار پیسے بیدا کر لے گا۔ نہ کسی کو کچھ دے، اپنا بوجھ تو اٹھالے گا۔

گوبر نے کہا: "نہیں کا کا، بھگوان نے چاہا اور ان سے رہتے بنا تو سال دو سال میں آدمی ہو جائیں گے۔"

"ہاں جب ان سے رہتے بنے۔"

"سر پر اڑتی ہے تو آدمی آپ سنہل جاتا ہے۔"

"تو کب تک جانے کا ارادہ ہے؟"

بولی کر کے چلا جاؤں گا۔ یہاں کھیتی باڑی کا سلسلہ پھر جمادوں تو بے پھکر (بے فکر) ہو جاؤں گا۔"

"ہو رہی ہے کہو کہ اب میٹھ کے رام رام کہیں؟"

"کہتا ہوں، لیکن جب ان سے بیٹھے رہا جائے؟"

"وہاں کسی بید سے تو بھاری جان بچان ہوگی۔ کھانسی بہت آ رہی ہو ہو سکے تو کوئی دوائی بیچ دینا۔"

ایک نامی بید تو میرے بڑوس ہی میں رہنے ہیں، ان سے حال کہہ کے اور دو انوکھے بیٹھ دوں گا۔ کھانسی رات کو تنگ کرنی ہی کہ دن کو؟"

"نہیں بیٹا، رات کو آنکھ نہیں لگتی۔ نہیں، وہاں کوئی ڈول ہو تو میں بھی دیں چل کر رہوں۔ یہاں تو کچھ پرستہ نہیں پڑتا۔"

"رو جگار (روزگار) کا تو مجا (مرزہ) وہاں ہے کا کا، یہاں کیا ہوگا؟ یہاں روپے کا دس سیر دودھ بھی کوئی نہیں پوچھتا، علویوں کے گلے لگا پاؤں۔ ہر وہاں پانچ پھیر کے بھاؤ سے چاہو تو ایک گھڑی میں منوں دودھ بیچ لو۔"

جنگی گوبر کے لئے دودھیا شربت بنانے چلا گیا تھا۔ بھولانے تکلیف
 دیکھ کر کہا: اور بھیا، اب اس جنگل سے جی اُدب گیا ہے۔ جنگی کا حال دیکھتے
 ہی ہو۔ کامتا دودھ لے کر چلا جاتا ہے۔ چارابیانی، کھونا بانڈھنا سب مجھے
 کرنا پڑتا ہے۔ اب تو یہی چاہتا ہوں کہ سکھ سے کہیں ایک روٹی کھاؤں
 اور پڑا رہوں۔ کہاں تک ہلے ہائے کروں۔ روج (روز) لڑائی جھگڑا
 کس کس کے پاؤں پہلاؤں؟ کھانسی آتی ہے، رات کو اٹھا نہیں جاتا، پر کوئی
 ایک لوٹا پانی تو بھی نہیں پوچھتا۔ گہی ٹوٹ گئی ہے پر کسی کو اس کی سمدھ نہیں
 ہے جب میں بتاؤں گا تبھی بنے گی۔“

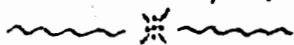
گوبر نے یگانگت کے ساتھ کہا: تم چلو لکھنؤ کا کا، پانچ سیر کا دودھ
 بچو نگد (نقد) کتنے ہی بڑے بڑے آدمیوں سے میری جان پہچان ہے۔ من
 بھر دودھ کی نکاسی کا حمہ (ذمہ) تو میں لینا ہوں۔ میری چائے کی دوکان بھی
 ہے۔ دس سیر دودھ تو میں ہی روج لیتا ہوں۔ تمہیں کسی طرح کی تکلیف (تکلیف)
 نہ ہوگی۔

جنگی شربت لے آیا۔ گوبر نے ایک گلاس پی کر کہا: تم تو سانچہ بیسری
 چائے کی دوکان ہی پر بیٹھ جاؤ گا تو ایک روپیہ کہیں نہیں گیا۔“
 بھولانے ایک منٹ بعد ذرا شرانے ہوئے کہا: گئے (غصے)
 میں بیٹا آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ میں تمہاری گویں کھول لایا تھا سو لیتے جانا یہاں
 کون کھیتی باڑی ہوتی ہے۔“

میں نے تو ایک نئی گویں ٹھیک کر لی ہے، کا کا۔“
 ”نہیں نہیں، نئی گویں لے کر کیا کرو گے؟ یہی لیتے جاؤ۔“
 ”تو میں تمہارے روپے بھجوا دوں گا۔“

”روپے کہیں باہر تھوڑے ہی ہیں بیٹا، گھر ہی میں تو ہیں۔ برادری کا
 ڈھکڑا سلا ہے، انہیں تم میں اور ہم میں کون بھڑک (فرق) ہے۔ سچ پوچھو تو
 مجھے سکھی ہونا چاہیے تھا کہ جھنیا بھلے گھر میں ہے اور سکھ سے ہے، اور میں اس
 کے کھون (خون) کا پیا سا بن گیا تھا۔“

شام کو گوبر بہاں سے چلا تو گوئیں اس کے ساتھ نھی اور جنگی رہی
 کی دو ہانڈیاں لئے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔



دیہاتوں میں سال کے چھ مہینے کسی نہ کسی جشن میں ڈھول مجیرے بجاتے ہی رہتے ہیں۔ ہوتی کے ایک ماہ قبل سے ایک ماہ بعد تک بھاگ ہوتا رہتا ہے، اسار لگتے ہی آٹھا شروع ہو جاتا ہے۔ اور ساون بھادوں میں کجلیاں ہوتی ہیں۔ کجلیوں کے بعد رامائن شروع ہو جاتی ہے۔ بھری بھی ان مشاغل سے مستثنیٰ نہیں مہاجن کی دھمکیاں اور کارندوں کی گھایاں اس جشن میں خلل نہیں ڈال سکتیں گھر میں غلہ نہیں ہے، بدن پر کپڑا نہیں ہے، گانٹھ میں پیسہ نہیں ہے، تو کوئی پردا نہیں۔ زندگی کی تفریحی رغبتیں تو دبائی نہیں جاسکتیں، بلاسنے ہوئے تو رہا نہیں جاسکتا یوں تو ہوتی میں گانے بجانے کا خاص مقام نوکھے رام کی چوپال تھی وہیں بھنگ چھتی تھی، وہیں رنگ اڑتا تھا، وہیں ناچ ہوتا تھا۔ اس جشن میں کارندے صاحب کے دس پانچ روپے خرچ ہو جاتے تھے۔ اور کس میں یہ سکت تھی کہ اپنے دروازے پر جلسہ کراتا۔

گلاب کے گوبرنے گانوں کے سارے نوجوانوں کو اپنے یہاں کھینچ لے لے اور نوکھے رام کی چوپال خالی پڑی ہے۔ گوبر کے دروازے پر بھنگ گھٹ رہی ہے، پان کے بیڑے لگ رہی ہیں، رنگ کھولا جا رہا ہے، فرش بچھا ہوا ہے، گانا ہو رہا ہے اور چوپال میں بالکل سناٹا ہے۔ بھنگ رکھی ہوئی ہے۔ مگر پیسے کون؟ ڈھول مجیرا سب موجود ہے مگر گانے بجلئے کون؟ جسے دیکھو گوبر کے دروازے کی طرف دوڑا چلا جا رہا ہے۔ یہاں بھنگ میں گلاب، زعفران اور بادام کی بہاریاں سیر بھر بادام گوبر خود لایا ہے۔ پیسے ہی کیجہ تر ہو جاتا ہے اور انکھیں کھل جاتی ہیں

یہ مٹا کو بھی لایا ہی، خاص بسواں کی۔ رنگ میں بھی کیوڑہ ڈالا گیا ہو۔ وہ روپے کما بھی جانتا ہو اور خرچ کرنا بھی۔ گاڑ کر رکھ لو تو کون دیکھتا ہو؟ دولت کی یہی تو زیبائش ہے! اور صرف بھنگ ہی نہیں ہو بلکہ جتنے گریئے ہیں ان سب کا نیوٹہ بھی ہو۔ اور گانوں میں نہ ناچنے والوں کی کمی ہو، نہ گانے والوں کی اور نہ سوانگ بھرنے والوں کی۔ سو بھیا ہی لنگڑوں کی ایسی نقل کرتا ہو کہ کوئی کیا کرے گا، اور آواز کی نقل میں تو اس کا کوئی ثانی نہیں ہے جس کی بولی کہو اس کی بولے، انسان کی بھی اور حیوان کی بھی! اگر دھربھی نقل کرنے میں بے نظر ہو۔ وکیل کی نقل وہ کرے، پٹواری کی نقل وہ کرے، اٹھانڈار، چپڑاسی، سیٹھ، سب ہی کی نقل وہ کر سکتا ہے۔ ہاں غریب کے پاس دلیا ساز دسامان نہیں ہو، گر اب کے گوہرنے اس کے لئے سب ہی سامان منگا دیتا ہے اور اس کی نقلیں دیکھنے کے قابل ہوں گی۔

یہ چرچا اٹنا پھیلا کہ شام ہی سے تماشا پیوں کا ہجوم ہونے لگا۔ قریب جوار کے گاؤں سے دیکھنے والوں کی ٹولیاں آنے لگیں اور دس بجتے بجتے تین چار ہزار آدمیوں کا مجمع ہو گیا۔ اور جب گردھر، جھنگری سنگھ کا روپ بھرے ہوئے اپنی منڈلی کے ساتھ اکھڑا ہوا تو لوگوں کو کھڑے ہونے کی جگہ بھی نہ ملتی تھی۔ وہی بے بالوں کا سر وہی بڑی بڑی مونچھیں اور وہی بڑھا اور ٹکٹا ہوا پیٹ میٹھے کھانا کھا رہی ہیں اور پہلی ٹھکران میں بھی پنکھا بھل رہی ہو۔

ٹھاکر ٹھکران کو عاشقانہ انداز سے دیکھ کر کہتے ہیں: "اب بھی تمہاری داد پر وہ جبرن ہے کہ کوئی جوان بھی دیکھ لے تو ترپ جائے" اور ٹھکران پھول کر جواب دیتی ہو کہ جب ہی تو نئی نوپلی لائے۔

"اُسے تو لایا ہوں تمہاری، بسوا کرنے کے لئے وہ تمہاری کیا برابری کرے گی؟" دوسری یوی یہ بات سن لیتی ہو اور منہ پھلا کر چلی جاتی ہو۔

دوسرے منظر میں ٹھاکر جارا پانی پر لیٹے ہیں اور چھوٹی بھوی منہ پھیرے ہوئی زمین پر بیٹھی ہے۔ ٹھاکر بار بار اس کا منہ اپنی طرف کرنے کی بیکار کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”مجھ سے کیوں روٹھی ہو، میری لاڈلی؟“

تمھاری لاڈلی جہاں ہو وہاں جاؤ میں تو لونڈی ہوں، دوسروں کی سیوا پھل کرنے کے لئے آئی ہوں۔“

”تم میری رانی ہو، تمھاری سیوا کرنے کے لئے وہ بڑھیا ہے۔“
پہلی ٹھکانے سن بیتی ہی اور بھاڑ دے کر گھر میں گھستی ہی اور کئی جھاڑواں رسید کرتی ہے۔ ٹھاکر جان بچا کر بھاگتے ہیں۔

پھر دوسری نقل ہوئی جس میں ٹھاکر نے دس روپے کا تمک لکھا کر پانچ روپے دئے، بقیہ نذرانہ، تحریہ، دستوری اور سود میں کاٹ لئے۔

کسان آکر اور ٹھاکر کے پیروں پر گر کر رونے لگتا ہے۔ بڑی مشکل سے ٹھاکر روپے دینے پر راضی ہوئے ہیں۔ جب کاغذ لکھ جاتا ہے اور اسامی کے ہاتھ میں پانچ روپے رکھ دئے جاتے ہیں تو وہ چکر کر پھپھتا ہے۔ ”یہ تو پانچ ہی ہیں مالک!“
”پانچ نہیں دس ہیں، گھر جا کر گننا۔“

”نہیں سرکار پانچ ہیں۔“

”ایک روپیہ بخرانے (نذرانہ) کا ہوا کہ نہیں؟“

”ہاں سرکار!“

”ایک لکھائی کا؟“

”ہاں سرکار!“

”ایک کاگد کا غذا کا؟“

”ہاں سرکار!“

"ایک دستیری کا"

"ہاں سرکار!"

"ایک سود کا؟"

"ہاں سرکار!"

"پانچ گند نقد دس ہوئے کہ نہیں؟"

"ہاں سرکار! اب یہ پانچوں بھی میری طرح (طرت) سے رکھ لیجئے۔"

"کیسا پاگل ہی؟"

"نہیں سرکار! ایک روپیہ جھوٹی ٹھکرائن کا خزانہ ہو اور ایک روپیہ بڑی

ٹھکرائن کا۔ ایک روپیہ جھوٹی ٹھکرائن کے پان کھلنے کو اور ایک روپیہ بڑی ٹھکرائن کے پان کھلنے کو۔ رہا ایک روپیہ، سودہ آپ کے کر یہ کرم کے لئے!"

اسی طرح نوکھے رام، پنیشوری، دانا دین، سب کی باری باری سے خبر لی گئی

اور بھیتوں میں خواہ کوئی جدت نہ ہو اور نقلیں چاہی پرانی ہوں، مگر گردھر کا ڈھنگ ایسا ہنسنے والا تھا اور دیکھنے والے اتنے سادہ دل تھے کہ وہ بے بات کی بات میں بھی نہیں بڑتے تھے۔ ساری رات یہ نقلیں ہوتی رہیں اور ستائے ہوئے دل اس خالی بدلہ سے خوش ہوتے رہے۔ آخری نقل ختم ہوئی تو کوڑے بول رہے تھے۔

سویرا ہوتے ہی جسے دیکھو، اسی کے زبان پر وہی رات کے گانے، وہی نقل، وہی فقرے، گانوں کے مکھنے، تماشا بن گئے۔ جدھر نکلتے ہیں ادھر ہی دو چار لڑکے پیچھے لگ جاتے ہیں اور وہی فقرے کہتے ہیں۔ جھنگری سنگھ تو دل لگی باز آدمی تھو اسے محض مذاق سمجھے۔ مگر پیٹھوری میں چڑھنے کی بُری عادت تھی اور پنڈت دانا دین تو اتنے تنک مزاج تھے کہ ذرا سی بات میں فوراً لڑنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ وہ سب سے آدر پانے کے عادی تھے۔ کارندے کی تو بات ہی کیا، رائے صاحب تک

انہیں دیکھتے ہی سر جھکا دیتے تھے۔ ان کی ایسی ہنسی اڑائی جائے اور اسی گانوں میں، یہ ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ اگر ان میں بڑھتے بیچ ”(برہمنی جلال) ہوتا تو ان ڈشٹوں کو بھسم کر دیتے، ایسا سراپ (بد دعا) دیتو کہ سب کے سب میں بھسم ہو جائے مگر اس کھجک میں تو سراپ کا اثر ہی جاتا رہا بس انہوں نے بھی کھجک ہی والا ہتھیار نکالا ہوڑی کے دروازے پر گئے اور آنکھیں نکال کر بیٹے: کیا آج بھی تم کام کرنے نہ چلو گے ہوڑی؟ اب تو تم اچھے ہو گئے۔ میرا کتنا کسان (نقصان) ہو گیا، یہ تمہیں سوچئے۔“

گو بردیر میں سویا تھا۔ ابھی ابھی اٹھا تھا اور آنکھیں ملتا ہوا باہر آ رہا تھا کہ داتا دین کی آواز کان میں پڑی۔ پالا گن کرنا تو دور رہا اسٹے اور سیکڑی دکھا کر بولا۔ اب وہ تمہاری مجوری نہ کریں گے۔ ہمیں اپنی ادکھ بھی تو بولنا ہی۔“

داتا دین نے تمباکو پھانکتے ہوئے کہا: کام کیسے نہیں کریں گے؟ سال کے بیچ میں کام نہیں چھوڑ سکتے۔ جیٹھ میں چھوڑنا ہو تو چھوڑ دیں۔ کرنا ہو تو کریں اسکے پہلے نہیں چھوڑ سکتے۔“

گو برنے جا ہی لیتے ہوئے کہا: انہوں نے تمہاری گلاہی نہیں لکھی ہے، جب تک من تھا کام کیا اب من نہیں ہے، نہیں کریں گے اس میں کوئی جبر دستی (زبردستی) نہیں کر سکتا۔“

”تو ہوڑی کام نہیں کریں گے؟“

”نا۔“

”تو ہمارے روپے سودیمیت دیدو تین سال کا سود ہوتا ہے سو روپیہ۔ اصل ملا کر دو سو ہوتے ہیں۔ ہم نے سمجھا تھا کہ تین روپیہ مہینہ سود میں کسے بٹ جائیں گو پر تمہارا من نہیں ہے تو مت کر۔ میری روپیہ دیدو۔ دھتا میٹھ بنے ہو تو دھتا میٹھ کا کام کر۔“

ہوڑی نے عاجزی سے کہا: تمہاری چاکری سے میں کب انکار کرتا ہوں

مہراج؟ پرہاری اوکھ بھی تو بولنے کو پڑی ہے۔
 گوبرنے باپ کو ڈانٹا: کیسی چاکری اور کس کی چاکری؟ یہاں کوئی کسی کا
 چاکر نہیں، سب ہی برابر ہیں۔ اچھی دل لگی ہے! کسی کو سو روپے ادھا روپے اور سو میں
 عمر بھر کام لینے رہی! اصل جیوں کا توں! یہ مہاجنی نہیں ہے کھون (خون) چوسنا ہے!
 "تو روپے دیدو بیٹا، لڑائی کا بے کی ہے؟ میں آنہ روپیہ بیاج لینا ہوں
 تمہیں گانوں گھر کا سمجھ کر آدھ آنے روپیہ کر دیا تھا۔"

"ہم تو روپیہ سینکڑہ دیں گے، ایک کوڑی بیسی نہیں تمہیں لینا ہو تو لو، نہیں
 عدالت سے لینا۔ ایک روپیہ سینکڑہ بیاج کم نہیں ہوتا۔"
 معلوم ہوتا ہے کہ روپے کی گرمی ہو گئی ہے۔

"گرمی انہیں ہوتی ہے جو ایک کے دس لیتے ہیں۔ ہم تو محروم ہیں، ہماری
 گرمی پسینے کی راہ بہ جاتی ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے بیل کے لئے تین روپے
 دئے تھے۔ اس کے سو ہوئے۔ اور اب سو کے دو سو ہو گئے۔ اسی طرح تم
 لوگوں نے کسانوں کو ٹوٹ ٹوٹ کر مجبور بنا ڈالا اور آپ ان کی جمن (زمین) کے مالک
 بن بیٹھے۔ تیس کے دو سو! کچھ ٹھکانا ہے! کتنے دن ہوئے ہوں گے دادا؟"
 ہوہری نے غمگین لہجے میں کہا: یہی آٹھ نو سال ہوئے ہوں گے۔

گوبرنے بیسنے پر ہاتھ رکھ کر کہا: نو سال میں تیس روپے کے دو سو۔
 ایک روپے کے حساب سے کتنا ہوتا ہے؟ "اس نے زمین پر ایک ٹھیکرے سے
 حساب لگا کر کہا: دس سال میں تھپتیس روپے ہوتے ہیں اصل ملا کر چھاپھٹھ
 اس کے ستر روپے لے لو۔ اس سے بیسی میں ایک کوڑی نہ دوں گا۔"

دانا دین نے ہوہری کو بیچ میں ڈال کر کہا: سنتے ہو ہوہری، گوری کا یناؤ؟
 میں اپنے دو سو روپے چھوڑ کر ستر لے لوں، نہیں عدالت کروں! اس طرح کا برتاؤ

ہوا تو نسا رکے دن چلے گا؟ اور تم بیٹھے سن رہی ہو! پر یہ سمجھ لو کہ میں براہمن ہوں، میرے روپے بچم (مہنم) کر کے تم چین نہ پاؤ گے۔ میں نے یہ ستر روپے بھی چھوڑے اور عدالت بھی نہ جاؤں گا، جاؤ۔ اگر میں براہمن ہوں تو اپنے پورے دوسو روپے لے کر دکھا دوں گا اور تم میرے دوارے پر جاؤ گے اور ہاتھ جوڑ کر بے آؤ گے۔“

دانا دین جھٹلاتے ہوئے لوٹ پڑے۔ گو براہمنی جگہ بیٹھا رہا، مگر ہوسری کے پیٹ میں دھرم کی پھل جچی ہوئی تھی۔ اگر ٹھاکر یا بنے کے روپے ہوتے تو کئی زیادہ فکر نہ ہوتی، مگر براہمن کے روپے! اس کی ایک پانی بھی دب گئی تو بڑی ٹوڑ کر نکلی گی ایسور نہ کرے کہ براہمن کا گتہ (غصہ) کسی پر گرے۔ گھرانے میں کوئی جلو بھر پانی دینے والا، گھر میں دیا جلانے والا بھی نہیں رہ جاتا اس کا مذہب پرست دل دہل اٹھا اس نے دوڑ کر منڈت جی کے پیر بکڑ لئے اور درد بھری آوازیں بولا: مہراج جب تک میں عیتا ہوں میں تمھاری ایک ایک پانی چکاؤں گا۔ لڑکوں کی باتوں پر مت جاؤ۔ معاملہ تو ہمارے تمھارے بیچ میں ہوا ہی، وہ کون ہوتا ہی؟“

دانا دین ذرا نرم پڑے۔ ”جرا (ذرا) اس کی جبر دستی دیکھو، کہتے ہیں کہ دوسو روپے کے ستر لویا عدالت جاؤ۔ ابھی عدالت کی ہوا نہیں کھائی، تب ہی۔ ایک بار کسی کے پالے پڑ جائیں گے تو پھر یہ تاؤ نہ رہی گا۔ چار دن سہر میں کیا رہے تانا سا ہو گئے۔“

”میں تو کہتا ہوں مہراج کہ میں تمھاری ایک ایک پانی چکاؤں گا۔“

”تو کل سے ہمارے ہاں کام کرنے آنا پڑے گا۔“

”اپنی ادھ بونا ہی مہراج، نہیں تو تمھارا ہی کام کرتا۔“

دانا دین چلے گئے تو گوہر نے حقارت سے دیکھ کر کہا: گئے تھے دیوتا کو منانے، تمھیں لوگوں نے تو ان کا بھاؤ بگاڑ دیا ہی۔ تیس روپے دے

اب دوسرے گا، اور ڈانٹ اوپر سے تباہ دے گا اور تم سے بھری کرا دے گا اور کام کر لے کر لے مار ڈالے گا؟“

ہوری نے اپنے خیال سے سچائی کا پہلو لے کر کہا: دھرم نہ چھوڑنا چاہیے بیٹا، اپنی اپنی کرنی اپنے اپنے ماتھ ہے۔ ہم نے جس بیاج پر روپیے لئے وہ تو دیگر ہی پڑیں گے۔ پھر بائیں ٹھہرے، ان کا پیسہ ہمیں کچے گھا؟ ایسا مال تو ان ہی لوگوں کو بچتا ہے۔“

گویا نے تیریاں جڑھائیں: دھرم چھوڑنے کو کون کہہ رہا ہے اور کون کہہ رہا ہے کہ بائیں کے پیسے دباؤ؟ میں تو یہی کہتا ہوں کہ اتنا بیاج ہم نہیں دیں گے بنک والے بارہ آنے بیاج لیتے ہیں۔ تم ایک روپیہ لے لو، اور کیا کسی کوٹ لو گے؟“ ان کا ردیاں جو دکھی ہو گا۔“

”ہو کرے“

”بیٹا، جب تک میں جیتا ہوں، مجھے اپنے رستے چلنے دو۔ جب میں مر جاؤں تو تمہارے جی میں جو آئے وہ کرنا۔“

”تو پھر تمہیں دینا میں تو اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں کھڑی نہ ماروں گا میرا گدھا بن تھا کہ تمہارے بیج میں بولا۔ تم نے کھایا ہے تو بھرو، میں کیوں اپنی جان دوں؟“

یہ کہتا ہو اگر باند چلا گیا۔ جھینیا نے پوچھا: آج سیرے سیرے دادا سے کیوں الجھ پڑے؟“

گویا نے سارا ماجرا کہہ سنایا اور آخر میں بولا: ان کے اوپر دن (قرض) کا جو بوجھ اسی طرح بڑھتا جائے گا۔ میں کہاں تک بھروں گا؟ انھوں نے کہا کہ اگر دوسروں کا گھر بھرا ہے، میں کیوں ان کی کھودی ہوئی کھائی (دھنق) میں پڑوں؟

انہوں نے مجھ سے تو بچھ کر دن نہیں لیا اور نہ میرے واسطے لیا، میں اس کا دیندار نہیں ہوں! اُدھر کھیلوں میں گوبر کو بچا دکھانے کے لئے سازش ہو رہی تھی۔ یہ لونڈا کبچے میں نہ کسا گیا تو گاؤں میں اُدھم مچا دے گا۔ پیادے سے فرزیں ہو گیا ہونا، ٹیڑھے تو چلے گا۔ نہ جانے کہاں سے اتنا قانون سیکھ آیا ہے، کہنا ہے کہ ردِ پیہ سینکڑہ سو دسے بیسی نہ دوں گا۔ لینا ہو تو لو نہیں عیالات جاؤ۔ رات اس نے ساری گاؤں کے لونڈوں کو اکٹھا کر کے کتنا اڑتہ کیا۔ مگر کھیلوں میں بھی حسد کی کمی نہ تھی۔ سب ہی اپنے برابر ہی والوں کے منہ کے منہ پر خوش تھے۔ پیٹھوری اور نوکھے رام میں باتیں ہوتی تھیں۔ پیٹھوری نے کہا: مگر سبھوں کو گھر گھر کا رتی رتی حال معلوم ہے۔ جھنگری ننگھ کو تو سبوں نے ایسا گردا کہ کچھ نہ بول چھو۔ دونوں ٹھکرائیوں کی باتیں سن سن کر لوگ ہنسنے ہنسنے لوٹ گئے۔“

نوکھے رام نے قہقہہ لگا کر کہا: مگر نکل (نفل) ابھی تھی۔ میں نے کسی بار ان کی چھوٹی بیگم کو دروابع پر کھڑے ہوئے لونڈوں سے ہنسی کرتے دیکھا ہے۔“

”اور بڑی رانی جی کا بل اور سیندور اور مہادر لگا کر جوان بنی رہتی ہیں۔“
 ”دونوں میں رات دن چھڑی رہتی ہے۔ جھنگری پکابے جیسا کہ کوئی دوسرا ہوتا تو پاگل ہو جاتا۔“

”سنا کہ تمھاری بڑی بھدی نکل کی۔ چھاری کے گھر میں بند کر کے بٹوایا۔“
 ”میں تو بچپن پر لگان کا دعویٰ کر کے ٹھیک کر دوں گا۔ وہ بھی کیا یاد کر گئے کہ کسی سے پالا پڑا تھا۔“

”لگان تو اس نے چکا دیا ہونا؟“

”پر رسید تو میں نے نہیں دی۔ ثبوت کیا ہے کہ لگان چکا دیا؟ اور یہاں

کون حساب کتاب دیکھتا ہے؟ آج ہی پیادہ بیچ کر بلاتا ہوں۔“
ہوٹری اور گوبر دونوں اٹھ بونے کے لئے کھیت سینچ رہے تھے۔ ایک
اکھ کی کھیتی ہونے کی امید تو تھی نہیں اس لئے کھیت بڑی پڑا ہوا تھا ابیل
آگئے ہیں تو اچھ کیوں نہ ہوئی جائے۔

مگر دونوں گویا چھتیس کا ہندی عدد (۳۴) بنے ہوئے تھے۔ نہ بونے
تھے نہ تاکتے تھے۔ ہوٹری سیلوں کو بانگ رہا تھا اور گوبر بڑے رہا تھا۔ سونا اور روپا
کھیت میں پانی دوڑا رہی تھیں کہ ان میں جھگڑا ہو گیا۔ جھگڑا یہ تھا کہ جھنگری سنگھ
کی چھوٹی ٹھکرائن پہلے خود کھا کر تب ٹھا کر کو کھلاتی ہیں یا ٹھا کر کو کھلا کر تب خود
کھاتی ہیں۔ سونا کہتی تھی کہ پہلے وہ آپ کھاتی ہیں۔ روپا کی رائے اس کے خلاف
تھی۔

روپا نے جرح کی۔ ”اگر وہ آپ پہلے کھاتی ہیں تو کیوں موٹی نہیں ہیں؟
ٹھا کر کیوں مرے ہیں؟ اگر ٹھا کر ان پر گر پڑیں تو وہ پس جائیں۔“
سونا نے اختلاف کیا: ”تو سمجھتی ہے کہ اچھا کھانے سے لوگ موٹے
ہو جاتے ہیں۔ اچھا کھانے سے لوگ بلوان ہوتے ہیں، موٹے نہیں ہوتے۔
موٹے ہوتے ہیں ساگ پات کھانے سے۔“
”تو ٹھکرائن ٹھا کر سے بلوان ہیں؟“

”اور کیا؟ ابھی اس دن دونوں میں لڑائی ہوئی تو ٹھکرائن نے ٹھا کر کو
ایسا دھکیلا کہ گھٹنے پھوٹ گئے۔“

”تو تو پہلے آپ کھا کر تب ججا کو کھلائے گی؟“

”اور کیا؟“

”اماں تو پہلے دادا کو کھلاتی ہیں۔“

”تب ہی توجہ دیکھو تب دادا ڈانٹ دیتے ہیں۔ میں بلوان ہو کر اپنے آدمی کو بس میں رکھوں گی۔ تیرا آدمی سنبھے پیٹے گا۔ تیری ہڈی توڑ کر رکھ دے گا۔“
 روپا روہنی صورت بنا کر بولی: ”کیوں پیٹے گا؟ میں مار کھانے کا کام ہی نہ کروں گی۔“

وہ کچھ نہ سنے گا۔ تو نے تنک بھی کچھ کہا اور وہ مار چلے گا۔ مارتے مارتے تیری کھال ادھیر مڑے گا۔“
 روپا نے بگڑ کر سونا کی ساڑی کو دانتوں سے پھاڑنے کی کوشش کی اور ایسا نہ کر سکنے پر چٹکیاں کاٹنے لگی۔ سونانے اور چڑھایا: ”وہ تیری ناک بھی کاٹ لے گا۔“

اس پر روپا نے بہن کو دانت سے کاٹ لیا۔ سونا کا بازو لہو بہان ہو گیا۔ اس نے روپا کو زور سے دھکیل دیا۔ وہ گر پڑی اور اٹھ کر رونے لگی۔ سونا بھی دانتوں کے نشان دیکھ کر رو پڑی۔

ان دونوں کا چلنا ناسن کر گوبر خستے میں بھرا ہوا آیا اور دونوں کو دودھ گھونٹنے لگا دیئے۔ دونوں روہنی ہوئی کھیت سے نکل کر گھر چل دیں۔ سچائی کا کام رک گیا۔ اس پر باپ بیٹے میں ایک جھڑپ ہو گئی۔ ہورہی نے کہا: ”پانی کون چلا گیا۔ دوڑے دوڑے گئے اور دونوں کو بھگا آئے۔ اب جا کر مٹا کیوں نہیں لاتے۔“
 ”تم ہی نے ان سب کو بگاڑ رکھا ہے۔“

”اس طرح مارنے سے اور بھی بے سرم ہو جائیں گی۔“

”دو جوں کھانا بند کر دو، آپ تھیک ہو جائیں گی۔“

”میں ان کا باپ ہوں، کسائی (دھنسی) نہیں ہوں۔“

پیر میں ایک بار ٹھوکر لگ جانے کے بعد کسی سبب سے بار بار ٹھوکر

لگتی ہو اور کبھی کبھی انگوٹھا پک جاتا ہو اور مہینوں تک بچھڑا دیتا ہے۔ باپ بیٹے کی باہمی خلوص کو آج اسی طرح کی چوٹ لگ گئی تھی اور اب اس پر یہ تیسری چوٹ پڑی۔
 گوبر نے گھر جا کر کھیت میں پانی دینے کے لئے جھنیا کو ساتھ لیا۔ جھنیا بچے کو لے کر کھیت میں گئی۔ دھینا اور اس کی دونوں لڑکیاں بیٹھی تاکتی رہیں۔ اس کو بھی گوبر کی یہ حرکت بری لگی تھی۔ روپا کو مارنا تو بُرا نہ مانتی، مگر جوان لڑکی کو مارنا، یہ اس کی برداشت کے باہر تھا۔

آج ہی رات کو گوبر نے لکھنؤ لوٹ جانے کا ہتہ کر لیا۔ یہاں اب وہ نہیں رہ سکتا۔ جب گھر میں اس کی کوئی پوچھ نہیں تو وہ کیوں رہے۔ وہ لین مین کے محلے میں بول نہیں سکتا۔ لڑکیوں کو تنگ مار دیا تو لوگ ایسے جلے سے باہر ہو گئے جیسے وہ باہر کا آدمی ہے۔ تب وہ اس گھر میں نہ رہے گا۔

دونوں کھانا کھا کر باہر آئے تھے کہ نوکھے رام کے پیادے نے آکر کہا

”چلو، کارندے صاحب نے بلایا ہے۔“

ہوڑی نے گھنڈے کہا: رات کو کیوں بلاتے ہیں، میں تو لگان

نے چکا ہوں۔“

پیادہ بولا: مجھے تو تمہیں بلالانے کا حکم ملا ہو اور جو کچھ کہنا ہو وہیں

چل کر کہنا۔“

ہوڑی کا جی نہ چاہتا تھا مگر جانا پڑا۔ گوبر نے تعلقی سے بیٹھا رہا۔ آدھ گھنٹہ

میں ہوڑی لوٹا اور علم بھر کر پہنچے لگا۔ اب گوبر سے نہ رہ گیا پوچھا: کس مطلب

سے بلایا تھا؟

ہوڑی نے بھراتی ہوئی آواز میں کہا: میں نے پانی پانی لگان چکا دیا

اور وہ کہتے ہیں کہ تمہارے اوپر دو سال کی باکی (باقی) ہے۔ ابھی جس دن میں

اوکھنچی لو بچیں روپے انھیں دیں دے دے اور آج وہ دو سال کی باکی نکالتے ہیں۔ میں نے کہہ دیا کہ میں ایک دھیلا نہ دوں گا۔

گو تر نے بوجھا: تمہارے پاس رسید تو ہوگی؟

”رسید کہاں دیتے ہیں۔“

”تو تم بنا رسید لئے روپے کیوں دیتے ہو؟“

”میں کیا جانتا تھا کہ یہ لوگ بے ایمانی کریں گے۔ یہ سب تمہاری کرنی

کا پھل ہے۔ تم نے رات کو ان کی ہنسی کی، یہ اسی کا ڈنڈ ہے۔ بانی میں رہ کر مگر سے بیر نہیں کیا جاتا۔ سود لگا کر ستر روپے باکی نکال دے۔ یہ کس کے گھر سے آویں؟

گو تر نے اپنی صفائی دیتے ہوئے کہا: تم نے رسید لے لی ہوتی تو میں لا کھان کی ہنسی اڑاتا پاروہ تمہارا بال بیکانہ کر سکتے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لین دین میں تم چوکی سے کیوں کام نہیں لیتے؟ یوں رسید نہیں دیتے تو رد پیسہ ڈاک سے بھیجو۔ یہی تو ہو گا کہ ایک آدھ روپیہ محصول پڑ جائیگا۔ ہر اس طرح کی دھاندلی تو نہ ہوگی۔“

”تم نے یہ آگ نہ لگائی ہوتی تو کچھ نہ ہوتا۔ اب تو سب ہی مکھیا گرٹے ہوئے ہیں۔ بید کھلی (بید خلی) کی دھکی دے رہے ہیں۔ رام جانے کیسے بیڑا پار لگے گا۔“

”میں جا کر ان سے بوجھتا ہوں۔“

”تم جا کر اور آگ لگا دو گے۔“

”اگر آگ لگانی پڑے گی تو آگ بھی لگا دوں گا۔ دم بے دکھلی کرتے ہیں تو کریں۔ میں ان کے ہاتھ میں گنگا جلی رکھ کر عدالت میں کم (قسم) کھلاؤں گا۔“

تم دم دبا کر بیٹھے رہو۔ میں اس کے پیچھے جان لڑا دوں گا۔ میں کسی کا ایک پیسہ دباننا نہیں چاہتا، نہ اپنا ایک پیسہ کھونا چاہتا ہوں۔“

وہ اسی دقت اٹھا اور نوکھے رام کی چوپال میں جا پہنچا۔ دیکھا تو سب ہی لیڈروں کی مجلس لگی ہوئی ہے۔ گوبر کو دیکھ کر سب کے سب ہوشیار ہو گئے۔ فضا میں سازش کی سی بو بھری ہوئی تھی۔

گوبر نے کر دک کر پوچھا: یہ کیا بات ہے کا زندہ صاحب کہ آپ کو دادا نے حال تک کا لگان چکا دیا اور آپ دو سال کی باکی (باقی) نکال لے رہے ہیں۔ یہ کیسا گول مال ہے؟“

نوکھے رام نے مندر پر لیٹ کر رعب دکھانے ہوئے کہا: ”جب تک ہواری ہی، میں تم سے لین دین کی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔“

گوبر نے جوٹ کھائی ہوئی آوازیں کہا: تو میں گھر میں کچھ نہیں ہوں۔“

”تم اپنے گھر میں سب کچھ ہو گے۔ مگر یہاں تم کچھ بھی نہیں ہو۔“
 ”اچھی بات ہے، آپ بید کھلی کیجئے، اب میں عدالت میں تم سے گنگا جلی اٹھا کر روپے دوں گا۔ اسی گانوں سے ایک سو گواہی دلا کر ثابت کر دوں گا کہ تم رید نہیں دیتے۔ بید سے سادھے کسان ہیں، کچھ بولتے نہیں، تو تم نے سمجھ لیا کہ سب کا ٹھکے اتو ہیں۔ رائے صاحب دیہی ہوتو ہیں جہاں میں رہنا ہوں۔ گانوں کے سب لوگ انھیں حوا سمجھتے ہوں گے میں نہیں سمجھتا۔ رنی رنی حال کہوں گا اور دیکھوں گا کہ تم کیسے مجھ سے دو بار روپے وصول کئے لیتے ہو۔“

اس کی بات میں سچائی کا بل تھا۔ بزدل لوگوں میں سچائی بھی گریجی

ہو جاتی ہے۔ وہی سیمنٹ جو اینٹ پر چڑھ کر پتھر بن جاتا ہے اگر مٹی پر چسپا
 دیا جائے تو مٹی ہو جائے گا۔ گو تر کی بے باکانہ صاف گوئی نے وہ بد نصیبی
 کی زرہ توڑ ڈالی جسے پہن کر نوکھے رام کا کمزور دل خود کو طاقت در سمجھ
 رہا تھا۔

نوکھے رام نے جیسے سمجھ یاد کرنے کی کوشش کر کے کہا: تم انارگرم
 کیوں ہو رہے ہو؟ اس میں گرم ہونے کی کون بات ہے؟ اگر ہو رہی نے
 روپے دئے ہیں تو کہیں نہ کہیں تو لکھ لئے ہوں گے۔ میں کل کا گد (کاغذ)
 نکال کر دیکھوں گا۔ اب مجھے کچھ کچھ یاد آ رہا ہے کہ شاید ہو رہی نے روپے
 دئے تھے۔ تم کھاطر (خاطر) جمع رکھو۔ اگر روپے یہاں آ گئے ہیں تو کہیں جا
 نہیں سکتے۔ تم تھوڑے سے روپیوں کے لئے جھوٹ تھوڑے ہی بولوگو
 اور نہ میں ہی اتنے روپیوں سے امیر ہو جاؤں گا۔

گو تر نے جواب دیا ہے اگر ہو رہی کو ایسا نازا کبے چارہ بورٹھا بید
 ہو گیا۔ تم تو بچوں سے بھی گئے بیٹے ہو جیٹی کی میاؤں سن کر رو پڑنے ہو
 میں کہاں کہاں تھیں بچا تا پھروں گا۔؟ میں تمھیں ستر روپے دئے جاتا ہوں
 دانا دین لیں تو دے کر پورے کی رسید لکھا لینا۔ اس کے اوپر تم نے ایک
 پیسہ بھی دیا تو مجھ سے ایک پیسہ بھی نہ پاؤ گے۔ میں پردیس میں اس لئے
 نہیں پڑا ہوں کہ تم اپنے کو لٹوانے رہو۔ اور میں کما کما کر بھرتا رہوں۔
 میں کل چلا جاؤں گا۔ پر اتنا کہے دینا ہوں کہ اب کسی سے ایک پیسہ ادھار
 نہ لینا اور نہ کسی کو کچھ دینا۔ منگو، دلا ری، دانا دین سب ہی سے ایک
 روپیہ سینکڑہ سود کرانا ہو گا۔

دیتا بھی کھانا کھا کر باہر نکل آئی تھی، بولی: ابھی کیوں جاتے ہو